سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضؓ

طالب الہاشمی

حضرت مغیرہ بن حارث ہاشمی رضؓ

حضرت مغیرہ بن حارث ہاشمیؓ

(۱)

سرورِ عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے جن اصحاب کو آپؐ کے حلقۂ احباب میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے ایک مغیرہ بن حارثؓ تھے جو تاریخ میں اپنی کنیت ابوسفیان سے مشہور ہیں۔ وہ حضورؐ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی کیوں کہ دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت ابوسفیان مغیرہؓ کا نسب نامہ یہ ہے:

مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی

والدہ کا نام غزنہ (یا بہ روایتِ دیگر غزیہ) تھا جو بنوفہر سے تھیں ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

غزنہ (غزیہ) بنتِ قیس بن طریف بن عبدالعزّیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر۔

مغیرہؓ رحمتِ عالم ﷺ کے ہم عمر اور جگری دوست تھے۔ اہلِ سِیَر کا بیان ہے کہ وہ صورتاً حضورؐ سے مشابہت رکھتے تھے، نہایت حسین وجمیل اور وجیہہ۔ فنونِ سپہ گری اور شعروشاعری سے بھی شغف تھا۔ عنفوانِ شباب ہی سے قریش کے نہایت اچھے شہسواروں اور شاعروں میں شمار ہونے لگے تھے۔ قرابتِ قریبہ اور ہم سنی کے باعث حضورؐ اور ان کے درمیان کمال درجے کی محبت اور الفت تھی۔ حضورؐ اپنے ہم عمر جوانانِ قریش میں ان کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو مغیرہ اس دعوت پر لبیک کہنے اور آپؐ کی تائید وحمایت میں کھڑے ہونے کی بہ جائے آپؐ کے مخالفین کی صف میں

جا شامل ہوئے اور حق کی مخالفت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ان کی مخالفت حضورؐ سے دشمنی اور عناد کی صورت اختیار کر گئی یہاں تک کہ انھوں نے حضورؐ کی ہجو کہنے سے گریز کیا اور نہ اہلِ حق کی ایذا رسانی میں دوسرے اشرارِ قریش سے پیچھے رہے۔ حضورؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے تو بھی مغیرہ کی اسلام دشمنی میں کوئی کمی نہ آئی۔ امام حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان جتنی لڑائیاں ہوئیں ابوسفیان مغیرہ نے ان سب میں مشرکین کی طرف سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس طرح حق کی پُر زور مخالفت کرتے کرتے انھوں نے پورے بیس برس گزار دیئے۔ ان کا یہ خلافِ توقع طرزِ عمل اور معاندانہ رویّہ حضورؐ کے لیے بڑے دُکھ اور اذیّت کا باعث ہوا اور آپؐ ان سے سخت بے زار ہو گئے۔

(۲)

۸ ہجری میں مغیرہؓ کو خبر ملی کہ سرورِ عالم ﷺ ایک زبردست لشکر کے ساتھ مکہ پر قبضہ کرنے آ رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر وہ سخت ہراساں ہوئے اور اپنی اہلیہ اور بچوں سے کہا کہ محمدؐ ایک لشکرِ گراں کے ساتھ مکہ پہنچنے والے ہیں، قریش میں اتنی طاقت نہیں کہ ان کی مزاحمت کر سکیں اگر میں مسلمانوں کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ مجھے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔

اہلیہ بڑی نیک بخت اور سمجھ دار تھیں۔ انھوں نے بڑی دردمندی کے ساتھ کہا:

> ''کیا اب بھی تمھاری آنکھیں نہیں کھلیں جب کہ عرب وعجم کے لوگ جوق در جوق محمدؐ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ تم پر افسوس ہے کہ ابھی تک اپنی معاندانہ روش پر قائم ہو حالاں کہ تمھیں دوسرے لوگوں سے بڑھ کر محمدؐ کی نصرت وتائید کرنی چاہیے تھی۔''

اہلیہ کی باتوں کا حضرت مغیرہؓ پر خاص اثر ہوا اور جب ان کے بچوں نے بھی اپنی ماں کی تائید کی تو ان کے دل کی دنیا بالکل ہی بدل گئی۔ اسی وقت اپنے غلام ''مذکور'' کو حکم دیا کہ ہمارے لیے ایک اونٹنی اور گھوڑی تیار کرو۔ پھر انھوں نے اپنے نوخیز فرزند جعفرؓ کو ساتھ لیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کے ارادہ سے بہ جانبِ مدینہ چل پڑے، اس وقت مسلمانوں کے ہراول دستے

مقام ابواء تک پہنچ چکے تھے۔ انھیں دیکھ کر مغیرہؓ نے اپنا بھیس بدل لیا اور سواریوں کو کسی جگہ باندھ کر چھپتے چھپاتے ایک میل پیدل چل کر بڑے اسلامی لشکر میں پہنچ گئے۔ اس وقت ان پر خوف اور دہشت کی کیفیت طاری تھی اور ہر آن یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے سے پہلے ہی کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائیں لیکن حسنِ اتفاق سے یکا یک سرورِ عالم ﷺ ان کے سامنے تشریف لے آئے، وہ آگے بڑھ کر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے چہرے سے چادر ہٹا دی۔ ان کا خیال تھا کہ حضورؐ انھیں اپنے سامنے پا کر خوش ہوں گے لیکن انھیں یہ یاد نہیں رہا تھا کہ گزشتہ بیس برسوں میں دینِ حق کی مخالفت میں وہ کیا کچھ کر چکے تھے۔ آپؐ کی نظر جونہی مغیرہ پر پڑی آپؐ نے اپنا چہرۂ اقدس دوسری جانب پھیر لیا وہ اس رُخ کی طرف ہو گئے تو آپؐ نے منہ دوسری جانب پھیر لیا۔ مسلمانوں نے ان سے حضورؐ کی یہ بے التفاتی دیکھی تو انھوں نے بھی اُن سے ترش روئی اختیار کی۔ ایک انصاری صاحبِ رسولؐ حضرت نعیمانؓ کو اس قدر جوش آیا کہ انھوں نے سخت غضب آلود لہجے میں مغیرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''او دشمنِ خدا تو وہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور آپؐ کی دشمنی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ وقت آ گیا ہے کہ اب تو اپنی شرارتوں کا مزہ چکھے.....''

حضرت نعیمانؓ کی آواز لحظہ بہ لحظہ تیز اور بلند ہوتی جاتی تھی اور مغیرہ کی خوف کے مارے جان نکلی جاتی تھی یہاں تک کہ انھوں نے دوڑ کر اپنے چچا حضرت عباسؓ کی پناہ لی۔ حضرت عباسؓ نے پہلے تو ان سے بے رُخی برتی لیکن جب انھوں نے حد سے زیادہ منت سماجت کی اور اپنی قرابت کا واسطہ دے کر التجا کی کہ نعیمانؓ اور دوسرے مسلمانوں سے میری جان بچایئے تو حضرت عباسؓ کو رحم آ گیا اور انھوں نے حضرت نعیمانؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''اے نعیمان! ابوسفیان (مغیرہ) رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی اور میرا برادر زادہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپؐ اس کو معاف فرما دیں۔''

حضرت نعیمانؓ، حضرت عباسؓ کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور دوسرے مسلمانوں نے بھی انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

(۳)

سرورِ عالم ﷺ نے جحفہ میں نزول اجلال فرمایا تو مغیرہؓ اپنے بیٹے کے ساتھ کاشانۂ رسالت کے باہر بیٹھ گئے۔ حضورؐ باہر تشریف لائے تو انھیں دیکھ کر کراہت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ حضرت مغیرہؓ کو دُکھ تو بہت ہوا تاہم وہ مایوس نہ ہوئے۔ برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر اپنا قصور معاف کرائیں۔ حضورؐ جہاں بھی قیام فرماتے، وہ وہیں پہنچ جاتے لیکن آپؐ اپنا رُخِ اقدس ان کی طرف سے پھیر لیتے۔ آخر حضرت مغیرہؓ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بڑی لجاجت کے ساتھ درخواست کی کہ بارگاہِ رسالت مآبؐ میں میری سفارش کیجیے۔ وہ مان گئیں اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کی:

''یارسول اللہ اپنے ابنِ عم کو مایوس نہ فرمائیے۔''

ارشاد ہوا: ''مجھے ایسے ابنِ عم کی ضرورت نہیں۔ اس نے مجھے کچھ کم نہیں ستایا۔''

حضرت مغیرہؓ کو حضورؐ کے جواب کا علم ہوا تو اُن کا دل ٹوٹ گیا اور انھوں نے مایوسی کے عالم میں اپنی اہلیہ سے کہا، ''میرے لیے عفو و کرم کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب جینے سے کیا حاصل؟ میں اس کم سِن بیٹے کو ساتھ لے کر یہاں سے جا رہا ہوں، دونوں دربدر مارے مارے پھریں گے اور ایک دن بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔''

سرورِ عالم ﷺ کو کسی ذریعے سے حضرت مغیرہؓ کے ارادے کی خبر پہنچ گئی، اس وقت آپؐ کا دریائے کرم جوش پر آ گیا اور آپؐ نے حضرت مغیرہؓ کو اپنے سامنے آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ دونوں باپ بیٹے چہروں پر ڈھاٹا باندھے بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور السّلامُ علیک یا رسول اللہ کہہ کر آگے بڑھے۔ حضورؐ نے خدامِ بارگاہ سے فرمایا، ان کے چہروں سے ڈھاٹا ہٹاؤ، صورت تو نظر آئے۔ انھوں نے فوراً ڈھاٹا ہٹا دیا۔ دونوں باپ بیٹے اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر سعادت اندوزِ اسلام ہو گئے۔ حضورؐ نے مغیرہؓ کی ایک ہجو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''ابوسفیان تم نے مجھ کو کب مکہ سے نکالا تھا؟''

انھوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ میں پہلے ہی بہت نادم ہوں اب اور ملامت کر کے شرمندہ نہ کیجیے۔''

فرمایا، ''اب کوئی ملامت نہیں۔''

پھر آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حکم دیا کہ اپنے ابنِ عم کو ساتھ لے جاؤ، اسے وضو اور سنت کی تعلیم دو اور نہلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علیؓ نے ارشادِ نبویؐ کی تعمیل کے بعد حضرت مغیرہؓ کو دوبارہ حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تو آپؐ نے انھیں نماز پڑھائی اور اعلان فرمادیا کہ ابوسفیان سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہو گیا اس لیے تمام مسلمان بھی راضی ہو جائیں۔ حضورؐ کے اس اعلان سے حضرت مغیرہؓ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ اب ان کی زندگی میں یکسر انقلاب آ گیا اور وہ دینِ حق کے ایک جاں باز سپاہی بن گئے۔

(۴)

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوسفیان مغیرہؓ ان دس ہزار قدوسیوں میں شامل ہو گئے جنھیں فتح مکہ کے موقع پر رحمتِ عالم ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اگلے ماہ شوال ۸ ہجری میں غزوۂ حنین پیش آیا تو حضرت مغیرہؓ اس میں بھی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ آغازِ جنگ میں بنوہوازن کی بے پناہ تیر باری سے مسلمانوں میں انتشار پھیلا تو حضرت مغیرہؓ ان چند اصحاب میں تھے جو سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ میدانِ جنگ میں کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ جب مشرکین کا دباؤ زیادہ بڑھ گیا تو وہ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے گھوڑے کی پیٹھ سے کود پڑے اور دشمن کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عباسؓ نے یہ جاں بازی دیکھ کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا ''یارسول اللہ اپنے ابنِ عم سے راضی ہو جائیے۔'' حضورؐ نے فرمایا، میں راضی ہو گیا، اس نے مجھ سے جتنی بھی عداوتیں کیں اللہ ان کو معاف فرمائے۔ پھر آپؐ نے حضرت مغیرہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''میری عمر کی قسم تم میرے بھائی ہو۔'' حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر انھیں اس قدر خوشی ہوئی کہ بے اختیار آپؐ کے قدم مبارک چوم لیے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت عباسؓ نے حضورؐ کے سفید خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور حضرت مغیرہؓ نے زین کا پچھلا حصہ تھام رکھا تھا۔ حضورؐ کا ارشاد سنتے ہی وہ مشرکین پر سربکف ہو کر حملہ آور ہوئے، دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور مشرکین کو پیچھے دھکیل دیا۔ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہؓ کی سرفروشی اور فدویت کے جذبہ نے حضورؐ کو بہت مسرور کیا اور آپؐ نے انھیں ''اسد اللہ'' اور ''اسد الرسول'' کا لقب عطا فرمایا۔

حنین کے بعد عہدِ رسالت میں پیش آنے والے دوسرے غزوات میں بھی حضرت مغیرہؓ نے حضورؐ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔

(۵)

قبولِ اسلام کے بعد حضرت مغیرہؓ نے غزوات ہی میں شریک ہو کر اپنی گزشتہ زندگی کی تلافی نہیں کی بلکہ اپنے روز و شب کا بیشتر حصہ عبادت و ریاضت کے لیے وقف کر دیا۔ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ وہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے تھے اور گرمی کے طویل دنوں میں صبح سے لے کر سورج کے نصف النہار پر آنے تک نوافل پڑھتے رہتے تھے۔ کچھ وقفہ کے بعد یہ پھر سلسلہ جاری کر دیتے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو جاتا۔ ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ نے انھیں مسجد میں داخل ہوتے دیکھ کر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:

''عائشہ! جانتی ہو یہ کون ہے؟''

انھوں نے عرض کیا: ''نہیں یا رسول اللہ''

ارشاد ہوا: ''یہ میرا ابنِ عم ابوسفیان بن الحارث ہے دیکھو یہ سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو رہا ہے اور سب سے بعد اس سے باہر نکلے گا اور اس کی نگاہ اس کے جوتے کے تسمے سے جدا نہیں ہوتی۔''

امام حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت مغیرہؓ کے شغفِ عبادت و ریاضت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے انھیں ''جوانانِ جنت کے سردار'' کا لقب عطا فرمایا۔ اسی زمانے میں حضرت مغیرہؓ نے سید الانام ﷺ کی مدح میں بہت سے اشعار کہے جن کا رنگ یہ تھا:

لقد نطق المامون بالصدق و الهدىٰ و بين الاسلام دينًا و منهجا

یعنی مامون (رسول اللہؐ) نے سچائی اور ہدایت کی باتیں ہمیں بتائیں اور اسلام کا دین اور راستہ واضح فرما دیا۔

حضرت مغیرہؓ اپنے نئے دورِ حیات میں قبل بعثت کے زمانہ کی طرح پھر سرورِ عالم ﷺ کی محبت اور شفقت کا مورِد بن گئے۔ آپؐ فرطِ محبت میں انھیں ''خیر اہلی'' فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہؓ کو بھی حضورؐ سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں تھی۔ ۱۱ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو دنیا ان کے لیے اندھیر ہوگئی اور انھوں نے ایک دل دوز مرثیہ کہا۔ تین چار سال بعد ان کے محبوب بھائی نوفل بن حارثؓ نے وفات پائی تو ان کا دل دنیا سے بالکل سرد ہوگیا۔ اسی زمانے میں انھوں نے دعا مانگی کہ الٰہی، رسول اللہ ﷺ اور بھائی کے بعد زندگی تلخ اور دنیا بے لطف ہوگئی ہے اس لیے جلد دنیا سے اٹھا لے ـــــ اس دعا کے چند ہی دن بعد حج کا موسم آ گیا، وہ حج میں شریک ہوئے۔ منیٰ میں سر منڈایا تو سر میں ایک پھنسی کو استرا لگ گیا اس سے ایسا خون جاری ہوا کہ کسی طرح رکنے میں نہ آتا تھا۔ مدینہ منوّرہ واپس گئے تو خود اپنی قبر کھودی۔ حالت نازک ہوئی تو اعزّہ و اقارب رونے لگے۔ انھوں نے سب کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا، اسلام کے بعد سے آج تک اللہ نے ہر لغزش سے محفوظ رکھا۔ قبر کھودنے کے تیسرے دن پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا۔ انھوں نے اپنے پیچھے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں چھوڑیں لیکن ان سے نسل نہیں چلی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ